بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقشِ آغاز

نظامِ عشر اور شیعہ سنی تفریق

نظامِ زکوٰۃ کے بعد اب حکومت اگلے ماہ سے عشر آرڈیننس پر عمل پیرا ہو رہی ہے۔ عام مسلمانوں اور علماء نے ان اقدامات کو اسلامی نظام کی طرف کچھ تو عملی پیش رفت سمجھ کر سراہا اور رائج نظام میں فقہی اور شرعی خامیوں کی نشاندہی کرنے کے ساتھ ساتھ یہ توقع بھی قائم رکھی کہ رفتہ رفتہ یہ نقائص بھی دور ہوتے چلے جائیں گے مگر ان اقدامات میں ایک معاملہ ایسا ہے جس سے صرفِ نظر کرنا اور اس میں تسامح اختیار کرنا نہ صرف یہ کہ علماء کے لئے دین و ایمان کا ضیاع ہے بلکہ یہ خاموشی آگے چل کر اس ملک کے ۹۷ فیصد سنی مسلمانوں کے دین و ایمان کو دنیا کے معمولی مفادات کی وجہ سے الحاد و زندقہ کی بھینٹ چڑھا دینے کا ذریعہ بن سکتی ہے ہم اس ملک کی یکجہتی کے قائل ہیں مذہبی فرقہ واریت ہو یا سیاسی انارکی یا ابن الوقت طالع آزماؤں کی طوائف الملوکی ہم اسے ملک کی بربادی کا ذریعہ سمجھتے ہیں موجودہ حالات میں موجودہ حکومت کا ساتھ بھی (اور وہ بھی صرف مشوروں اور کلمۂ حق کے اظہار کی حد تک) صرف اسی جذبۂ خیر خواہی اور الدین النصیحۃ کی بنا پر دے رہے ہیں۔ ایسا کرنے میں ہم نے نہ تو حکومت سے اپنے دین و ایمان کا سودا کیا ہے اور نہ اپنے شعور و احساس اور ضمیر کو اربابِ اقتدار کے کسی حقیر مادی مفاد کے عوض گروی رکھا ہے۔ اس معاملہ میں کسی مفاد کے لئے دستِ طلب بڑھانا تو بڑی بات وسائط استعارات و تلمیحات کے پردوں میں بھی کوئی حقیر سی مطلب برآری اور حسنِ طلب جیسا کوئی انداز بھی آبروئے دین و قناعت کی موت ہے۔ اگر کوئی متاعِ دین و ملّت کی اس سوداگری کا مرتکب ہوتا ہے تو حکومت کا حق ہے کہ ایسے ضمیر فروشوں کے قلب و نظر اور زبان و قلم پر تالے لگائے لیکن اگر کسی نے ان ڈیڑھ سالوں میں کسی بھی لمحہ بلا خوف لومۃ لائم — علیٰ رؤس الاشہاد اعیانِ سلطنت کے سامنے اور بھرے ایوان میں دین اور ملّت کے مفاد کی بات میں مداہنت نہیں کی اور نہ کسی کی خوشی یا ناگواری کو درخورِ اعتنا سمجھا ہے تو آج کی فرصت میں اربابِ اقتدار اس گذارش کو بھی اخلاص و خیر خواہی پر محمول کریں اور اپنے اس خیر خواہ کو یہ کہنے سے نہ روکیں۔ کہ زکوٰۃ کے بعد اب عشر کے نفاذ میں بھی شیعہ حضرات کو مستثنیٰ قرار دینا نہ تو اس ملک و ملت کی خیر خواہی ہے نہ ملک کی رعایا کی عظیم اکثریت سنی مسلمانوں کے ساتھ انصاف ہے نہ یہ معاملہ صرف چند ٹکوں کے دینے نہ دینے کا نہیں بلکہ چند ٹکوں کی خاطر مسلک اور مذہب بدلتے رہنے کا ہے۔ ہمارے لاکھوں ان پڑھ دیہاتی زمیندار مسلمانوں کو مذہب کی تبدیلی (خواہ وہ فارموں کی حد تک ہو) کے دینی و ملّی نقصانات اور آئندہ اس کے

عواقب و نتائج کا احساس نہیں ہوتا اور وہ کسی بھی مالی واجبات کی ادائیگی کی خاطر اپنا مذہب غلط ظاہر کر سکتے ہیں اب اگر حکومت کو نفاذِ اسلام کے سلسلہ میں اقدامات بھی صرف وہی کرنے ہیں جس میں کچھ دینے کی بجائے لینا ہی لینا ہو اور جو یہاں کی سنی اکثریت کے قادیانی، شیعہ اور آغاخانی بننے کا ذریعہ بنتے جا رہے ہوں۔ اور بس تو خدارا اس "پٹارہ" کو اب بند کر دیجئے جس کے نتیجہ میں یہ ملک آگے چل کر جو بھی رہے گا رہے گا ایک سنی مسلمان سٹیٹ نہیں رہے گا۔

ہم یہ باتیں آج سے نہیں کہہ رہے بلکہ جب بھی اور کسی بھی حکومت نے تدبّر و فراست سے عاری ایسا اقدام کیا ہم نے اظہارِ حق کو اپنا فرضِ منصبی سمجھ کر آواز بلند کی بھٹو کے دورِ حکومت میں شیعہ حضرات نے علیحدہ تعلیمی نصاب کا مسئلہ اٹھایا اگر ہم میں فرقہ واریت ہوتی تو اس مطالبے کا خیر مقدم کرتے کہ علیحدگی کی راہ بالآخر سنی مسلمانوں کے عظیم مفاد کا ذریعہ بن سکتی ہے۔ مگر ہم نے قومی اسمبلی میں نہایت شد و مد سے یہ مسئلہ اٹھایا، شیخ الحدیث مولانا عبدالحق نے اس مسئلہ پر بار بار تحریک التواء پیش کی اور ہزاروں کی تعداد میں پمفلٹ اس فیصلہ کی تباہ کاریوں کے بارہ میں تقسیم کئے گئے پھر موجودہ صدرِ پاکستان نے اسلام آباد میں علماء کنونشن طلب کیا تو راقم الحروف اور دیگر علماء کرام نے صدرِ محترم کو اعیانِ سلطنت کی موجودگی میں حدود و تعزیرات کے نفاذ میں تفریق کے نقصانات سے آگاہ کیا اور یہ کہ ایک نظریاتی سٹیٹ کیلئے ایسا کرنا کتنا تباہ کن ہے۔ پھر ۲۳ جون ۱۹۸۲ء کو بجٹ اجلاس کی مبسوط تقریر میں نفاذِ عشر کے معاملے میں شیعہ سنی تفریق کی ہلاکت آفرینیوں پر ایوان کو متوجہ کرایا گیا کہ اسطرح حکومت خود ملکی یگانگت اور فرقہ وارانہ یکجہتی کو پاش پاش کر رہی ہے۔ اور یہ کہ اس طرح سنی مسلمانوں کو مجبور کیا جا رہا ہے کہ وہ فارم ڈیکلیر کرتے وقت اپنے کو شیعہ ظاہر کریں۔ اور یہ کہ ایران سمیت پوری دنیا کی کسی نظریاتی مملکت میں ایسے دوگونہ قوانین کی مثالیں موجود نہیں ہیں۔ اگر ملک کا کوئی طبقہ ہر نافذ ہونے والے نئے قانون سے خود کو الگ تھلگ کرتا رہا تو یہ صورتحال آگے چل کر خود اس کے حق میں خطرناک ہوگا۔ اگر کوئی طبقہ جرم و سزا کے قوانین اور فرائض اور ذمہ داریوں کی ادائیگیوں میں ملک کی عظیم اکثریت سے تو اپنے آپ کو الگ رکھنا چاہتا ہے۔ کہ اس کے لئے تو حکومتِ عادلہ کا انتظار ہے۔ مگر حقوق و مفادات اور مراعات و مناصب کو مالِ غنیمت سمجھ کر اس کی لوٹ کھسوٹ میں دس قدم آگے رہتا ہے تو کیا یہ نہیں سمجھا جائے گا کہ وہ اس معاملہ میں ایک اسلامی اسٹیٹ سے دارالحرب جیسا سلوک کرتی ہے کہ کھاؤ پیو اور حساب مت دو، یہ رویہ بالآخر کسی ملک کی اکثریت کو اپنی حق تلفی کا احساس دلا دلا کر اپنے حقوق کے لئے اٹھ کھڑے ہونے پر مجبور کر دیتا ہے۔

اگر ہمارے یہ دوست پبلک لاز میں بھی اپنے کو اسی طرح ایک الگ کیٹگری سمجھتے رہے اور جبکہ یقیناً

ان کی تعداد آٹے میں نمک سے بھی کم ہے تو انہیں خود سوچنا چاہیئے کہ دنیا کی کسی بھی دینی یا لادینی نظریاتی یا سیکولر اسٹیٹ میں کوئی اقلیت اکثریت کو مسلسل ناراض کر کرکے عافیت اور اطمینان سے رہ سکتی ہے؟ سنّی مسلمان ان معاملات میں نہایت فراخ حوصلہ اور وسیع الظرف ہیں۔ اور حکومت تو ماشاء اللہ کیا کہنے وہ تو فراخدلی کے مظاہرہ میں اپنی عظمت و وقار اور بین الاقوامی پروٹوکول کو بھی بالائے طاق رکھ دیتی ہے۔ وہ سنّی اور سنّی علماء کو تو شب و روز اتحاد و یکجہتی کے وعظ سناتی ہے مگر خود دوسرے طبقوں کے خالی سے خالی لیڈروں اور روحانی اماموں کی خاطر داری مہمان نوازی اور خاطر و مدارات کے وہ وہ تماشے دکھاتی ہے کہ اہلِ دین و دانش سر پیٹ کر رہ جاتے ہیں۔ وہ دیکھتے ہیں کہ پورا ملک ان لوگوں کی مشنری سرگرمیوں کا میدان بنا ہوا ہے۔ مگر دل ہی دل میں کڑھتے رہتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ اس مملکتِ خداداد کا حساس ترین شمال مغربی سرحدی علاقہ جو بیک وقت بھارت، روس اور چین کی سرحدات نے گھیر رکھا ہے، ان لوگوں کی تگ و تازہ کی آماجگاہ بنا ہوا ہے مگر وہ اندیشوں اور وسوسوں کے اس طوفان میں خون کے گھونٹ پی کر رہ جاتے ہیں۔

بہرکیف یہ ایک قصۂ طولانی ہے، بات عشر کی چل رہی ہے۔ وفاقی مجلسِ شوریٰ کے حالیہ اجلاس منعقدہ فروری ۱۹۸۳ء میں ایک بار پھر نظامِ عشر کا مسودہ زیرِ بحث آیا تو ۷ فروری کو میں نے اپنی مخلصانہ گذارشات کو دوبارہ شدومد سے دہرایا کہ خدارا احوالِ عامہ اور پبلک لاز میں تفریق کو اختیار نہ کیا جائے اس طرح ہم سنیوں کو اپنا مسلک بدلنے کا راستہ بنا دیں گے، جو الحاد و زندقہ ہے۔ جب زکوٰۃ اور عشر سے بچنے کیلئے کوئی سنّی زمیندار اور اس کے زیرِ اثر کاشتکار شیعہ ہونے کا ڈیکلریشن داخل کر دیں گے تو کل یہی فارم اس بات کی دلیل بنیں گے کہ شیعوں کی تعداد اتنی زیادہ ہے۔ چنانچہ یہی ہونا تھا اور اب پنجاب کے دور دراز علاقوں اور دیہات سے ثقہ علماء کے ذریعہ خبریں آ رہی ہیں کہ سنّی زمینداروں کے پورے چک اور دیہات عشر سے بچنے کیلئے خود کو شیعہ ظاہر کر رہے ہیں۔ (گو ایسے مفاد پرست لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر تفریق و علیحدگی کا یہ سلسلہ اپنے تکمیل تک پہنچا تو انہیں کتنے نقصانات کا سامنا کرنا پڑے گا اور بالآخر جب شیعہ قوانین اور واجبات لاگو ہوتے تو ان لوگوں کو گھاٹے کے اس سودے کا احساس ہوگا مگر واپسی کا راستہ یہ خود مسدود کر چکے ہوں گے۔)

بہرحال یہ ایک تشویش ناک صورتحال ہے جو سنّی مسلمانوں اور ان کے تمام علماء کو بلالحاظ مسلک خواہ دیوبندی ہوں۔ بریلوی یا اہلحدیث دینی مسئولیت کی بناء پر دعوتِ فکر دے رہی ہے۔ اس لئے کہ یہ اہلِ سنت کے ایمان و مذہب کے محافظ ہیں۔ اگر کوئی ان حقائق کے اظہار سے چڑتا ہے۔ تو ہزار بار چڑے۔ اگر حکومت اور اسکی بیوروکریسی نام نہاد روشن خیالی مگر درحقیقت احساس کہتری کی رَو میں بہہ کر ہمیں اس جرم میں دار پر چڑھاتی ہے تب بھی ہم سب کا فرضِ منصبی ہوگا کہ اہلِ سنت والجماعت کو رفض و سبائیت کے گڑھے

میں کودنے سے بچانے کی تدبیر کریں۔ یہاں معاملہ شیعہ برادری کی بدخواہی یا نفرت وعناد کا نہیں نہ ان سے ہمیں کوئی سروکار ہے۔ اگر حکومت کے کسی اقدام سے اہلِ سنت کے دین وایمان کو خطرہ لاحق ہوگا تو تمام مسلمانوں کو اور اگر کوئی حکومت ملک میں اسلامی نظام کیلئے مخلص ہے تو خود اس کا بھی اوّلین فریضہ ہوگا کہ ایسے خطرات کا انسداد کرے جس سے نفاذِ اسلام کی کوششیں سبوتاژ ہوسکتی ہوں۔ صاف اور کھلی بات ہے کہ اگر کسی طبقہ یا گروہ کو موجودہ نظامِ عشر وزکوٰۃ سے اختلاف ہے تو اس پر اس کے مساوی ٹیکس لگا دئے جائیں یا خراج یا پھر انہی کے مسلک کے مطابق مالی وزرعی واجبات جنکی شرح موجودہ شرح عشر وزکوٰۃ سے بدرجہا بڑھ کر ہے۔ یہاں ہم شیعہ حضرات کے تعلیم یافتہ اور جہاندیدہ روشن خیال طبقہ سے بھی اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس صورتحال کا اپنے مفاد میں ٹھنڈے دل سے جائزہ لیں۔ اور اس راہ پر چلنے کے جو نتائج وعواقب خود ان کے حق میں ظاہر ہوسکتے ہیں اُسے سوچیں۔ اگر وہ ایسا کریں گے تو انشاءاللہ وہ خود ہماری تائید کریں گے اور اپنے پیشہ ور تعصّب وجمود کے علمبردار مذہبی قسطائیت کے خلاف آواز اٹھائیں گے۔

واللّٰہ یقول الحق وھو یھدی السبیل

سمیع الحق

★

بقیہ جہادِ افغانستان از صفحہ ۸

مولانا جلال الدین حقانی:۔ روسی دشمن نے مسلسل آٹھ ماہ تک ہمارے منطقہ پر حملہ آور ہوکر زور آزمائی کی، آخر پسپا ہوگیا، ہمارے پاس جہازوں کے مقابلہ اور ان کو مار گرانے کا کوئی اسلحہ نہیں ہے۔ ہمارے پاس راکٹ نہیں ہیں، افغان فوجی جو مجاہدین کے ساتھ شامل ہورہے ہیں وہ بھی اپنے ساتھ راکٹ نہیں لاسکتے وجہ یہ ہے کہ روسی فوج ایسے اسلحہ کو اپنے کنٹرول میں رکھتی ہے اور افغان فوج پر کسی قسم کا اعتماد نہیں کرتی۔ درّوں میں جو اسلحہ بک رہا ہے۔ یہ بھی مجاہدین ہی کا مالِ غنیمت ہے۔ میدانِ جنگ میں جب مجاہدین ٹینکوں کے مقابلہ میں مصروفِ کار ہوتے ہیں۔ اور ان کو اپنے تصرف میں لے لیتے ہیں تو بعض چور قسم کے لوگ نیچے درجہ کا اسلحہ لے بھگاتے ہیں اور یہاں درّوں میں آکر بیچ دیتے ہیں۔

حضرت الشیخ:۔ افغان مجاہدین اسلام کا ایک مضبوط قلعہ اور سرحد ہیں اگر یہ سرحد نہ ہوتی تو آج پاکستان میں بھی دین اور دین کا نام لینے والا کوئی فرد نہ ملتا، خدا تعالیٰ اپنے دین کا آپ محافظ ہے۔ اب خدا تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کا کام آپ سے لے رہا ہے۔ انّا نحن نزلنا الذکر وانّا لہ لحافظون۔ الآیۃ